Fikr-o-Nasar (Islamabad) 46:1,2 (2008)

حسرت خود اپنی نظر میں☆

ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی

حسرت کی شاعری پر ملک کے مختلف انشاء پردازوں نے اظہارِ خیال کیا ہے لیکن جس موضوع پر میں روشنی ڈالنا چاہتا ہوں اس کی طرف کسی نے اب تک توجہ نہیں کی۔

حسرت کی خود اعتمادی اور ان کی شاعری کی وہ وقعت جو خود اُن کی نظروں میں ہے۔ اُن کے سینکڑوں مقطعوں سے صاف صاف نمایاں ہے۔ حسرت کو اس بات کا یقین ہے کہ اگر آج اُن کی شاعری مقبول عوام نہیں ہے تو کل دنیا ضرور ان کی شاعرانہ عظمت کی پرستش کرنے پر مجبور ہوگی۔ جن لوگوں کو کبھی حسرت سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حسرت کا مزاج دنیا کی ہر چیز سے کس قدر بے نیاز واقع ہوا ہے۔ حسرت دوسروں کے اشعار سن کر تو والہانہ داد دیتے ہیں مگر اپنے متعلق دوسروں کی داد و تحسین، عجب بے پروایانہ انداز سے قبول کرتے ہیں۔ حسرت کو اپنی صحیح شاعری پر جس قدر اعتماد ہے وہ شاید ہندوستان کے کسی شاعر کو اپنے کلام کے متعلق نہ ہوگا مگر بدقسمتی سے ہمارے اکثر نقاد اسے تعلّی اور خود ستائی سمجھتے ہیں۔ ذیل کے دو شعر ملاحظہ فرمایئے اور دیکھیے کہ حسرت نے اپنی خود اعتمادی کو ان میں کس طرح ظاہر کیا ہے: ؎

نہیں ہے قدرداں کوئی تو میں ہوں قدر داں اپنا
تکلف بر طرف بیگانہ رسم شکایت ہوں
کمال خاکساری پر یہ بے پرواہیاں حسرت
میں اپنی داد خود دوں کہ میں بھی کیا قیامت ہوں

کبھی رسالۂ معارف میں حسرت کے متعلق جناب جلیل قدوائی کی ایک نظم شائع ہوئی تھی جس میں انہوں نے ہندوستان کی بد مذاقی کا ماتم کرتے ہوئے حسرت کو یقین دلایا تھا کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب ملک حسرت کی عظمت کا اندازہ کر سکے گا وہ اپنی نظم میں لکھتے ہیں: ؎

اربابِ کمال میں تری قدر
افسوس یہ ہے کہ کم نے جانی

☆ شاعر آگرہ، دسمبر ۱۹۴۴ء

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

قافلہ شناس ہند میں کون
سنتا ترے درد کی کہانی
بے حسن ہے ابھی فنائے اُردو
ہو گی کبھی تیری قدر دانی

حسرت اگرچہ تسلیم کے شاگرد ہیں جو لکھنو اسکول کے مشہور شاعر تھے مگر حسرت نے کبھی شعرائے لکھنو کے خیالات کی پابندی نہیں کی بلکہ وہ ہمیشہ اپنے استاد کے استاد نسیم دہلوی اور مومن دہلوی کے طرزِ سخن کی تقلید کرتے ہیں جسے انہوں نے بطور فخر متعدد مقطعوں میں ظاہر کیا ہے: ؎

(۱)

ہے زبانِ لکھنو میں رنگ دلی کی نمود
تجھ سے حسرت نام روشن شاعری کا ہو گیا

(۲)

حسرت روا روی میں بھی اس کا رہے خیال
اشعار میں نسیم کا رنگ بیاں رہے

(۳)

حسرت یہ وہ غزل ہے جسے سن کے سب کہیں
مومن سے اپنے رنگ کو تو نے ملا دیا

(۴)

شیرینی نسیم ہے سوز و گداز میر
حسرت ترے سخن پہ ہے لطف سخن تمام

(۵)

حسرت تیری شگفتہ نگاری پہ آفریں
یاد آ گئیں نسیم کی رنگیں بیانیاں

(۶)

نسیم دہلوی کو وجد ہے فردوس میں حسرت
جزاک اللہ تری شاعری ہے یا فسوں کاری

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حسرت نے جو کہ موہان کے رہنے والے ہیں۔ موہان لکھنو سے بہت قریب ہے۔ لکھنو اسکول کی شاعری کی اتباع کیوں نہ کی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حسرت جانتے

ہیں کہ لکھنو اسکول کی شاعری باعتبار مضامین و مواد کوئی درجہ نہیں رکھتی جب کہ مولانا نے خود مجھ سے دورانِ گفتگو فرمایا تھا ''شعرائے لکھنو کی نگاہیں انگیا اور دوپٹے میں اُلجھ کر رہ گئی تھیں''۔ اس کے علاوہ لکھنو چونکہ شیعیت کا اہم مرکز ہے اور مذہبی حیثیت سے شیعہ حضرات تصوف کو بے معنی اور حرام سمجھتے ہیں۔ اس لیے اُن کی شاعری کا محور حادثہ کربلا ہے جس کے ارد گرد اُن کی کل کائنات شاعری گردش کرتی ہوئی نظر آتی ہے چنانچہ شعرائے لکھنو کے یہاں رنج وغم موت و جنازہ کے جتنے مضامین نظر آئیں گے۔ اتنے کسی دوسری جگہ کے شاعر کے یہاں نہ دکھائی دیں گے۔ پہلے تو شعرائے لکھنو نے میر کی شاعری کی اتباع کرنی چاہی لیکن بدقسمتی سے انہوں نے رنج وغم فریاد و شیون، آہ و زاری اور ناکامی و پژمردگی کے مضامین ہی کو میر کا صحیح رنگ سمجھا۔ لکھنو کے وہ شعرا جنہیں جدید شاعری کا علمبردار اور رہنما سمجھا جاتا ہے۔ ان میں سب سے پہلا نمبر عزیز اور صفی کا ہے۔ جناب صفی کا دیوان ابھی طباعت سے محروم ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان کی غزلوں میں ناکامی و نامرادی اور رنج وغم کے مضامین کا کیا تناسب ہے۔ لیکن عزیز مرحوم کا دیوان شائع ہو چکا ہے اگر آپ ان کی غزلوں کو غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے یہاں موت و جنازہ، ناکامی و نامرادی اور وصل و ہجر جیسے رکیک مضامین کا کتنا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ اگر کسی غزل میں نو شعر ہیں تو یقیناً چھ شعر ان کی موت و جنازہ کے نذر ہو گئے ہوں گے۔ کہا جا سکتا ہے کہ آرزو لکھنوی موجودہ لکھنوی دور شاعری کے صحیح نمائندے ہیں۔ ان کے یہاں یاس و افسردگی و اضمحلال کے مضامین بہت کم ہیں۔ بے شک آرزو نے اس قسم کے مضامین سے کسی قدر احتراز کیا ہے مگر خالص اردو اور بے اضافت شاعری نے ان کی شاعری کو بھی سطحی شاعری سے آگے نہ بڑھنے دیا۔

مولانا حسرت موہانی اور حضرت عندلیب شادانی کا یہ خیال بہت صحیح ہے۔ ''لکھنو میں کسی عہد اور دور میں بھی کوئی شاعر ایسا نہیں ہوا جسے دہلوی شعراء کے مقابلہ میں کھڑا کیا جا سکے''۔

حسرت جہاں دوسروں کی مدح و ستائش سے بے نیاز ہیں۔ وہیں وہ دوسروں کے اعترافِ کمال میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے۔ حسرت کے دیوان میں جا بجا ایسے اشعار موجود ہیں جن میں حسرت نے دوسروں کے کمال کا اعتراف نہایت وسیع القلبی سے کیا ہے۔ چنانچہ مولانا آزاد کی پُرکیف اور وجد آفریں نثر کے لیے فرماتے ہیں: ؎

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

☆☆☆☆☆